30

ہمیشہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے کوشاں رہو

(فرمودہ16 ستمبر 1949ء بمقام لاہور)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''ہماری جماعت جس بنیاد پر قائم ہے وہ دوسری جماعتوں سے بالکل الگ ہے۔ دوسری جماعتوں کی بنیاد ورثہ پر ہے لیکن ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نہ ورثہ کا گناہ انسان کی ہدایت کے رستہ میں روک بن سکتا ہے اور نہ ورثہ کی نیکیاں اسے کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے تم اپنی صلیب آپ اٹھا کر چلو۔1 جس کے معنے یہی ہیں کہ ہر ایک انسان کو اس کے اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ نہ ماں باپ کی نیکیاں اس کے کام آئیں گی اور نہ ان کی بدیاں اس کے ثواب کو کم کر سکیں گی۔ احادیث میں آتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنے بعض عزیزوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا قیامت کے دن میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا۔ تمہیں اپنا بوجھ خود اُٹھانا پڑے گا اور اپنی جنت کے لیے خود رستہ تیار کرنا پڑے گا۔2 اگرچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر انسان کو اپنا بوجھ خود ہی

اُٹھانا پڑتا ہے لیکن عملی طور پر تمام مذاہب عموماً ورثہ پر ہی اپنی بنیاد رکھتے ہیں مثلاً آجکل کا ایک مسلمان اس بات کو کافی سمجھتا ہے کہ وہ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا اور اپنے عقیدہ کے مطابق ایک سچے مذہب کا پیروکار کہلایا۔ ایک ہندو اس بات کو کافی سمجھتا ہے کہ وہ ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوا اور اپنے عقیدہ کے مطابق ایک سچے مذہب کا پیروکار کہلایا۔ ایک عیسائی، ایک یہودی یا ایک زرتشتی اس بات پر بالکل مطمئن ہے کہ وہ ایک عیسائی، یہودی یا زرتشتی گھرانے میں پیدا ہوا اور اپنے عقیدہ کے مطابق ایک سچے مذہب کا پیرو کہلایا۔ لیکن پیدائش خدا تعالیٰ کے فضل کا وارث نہیں بنایا کرتی۔ خدا تعالیٰ کے فضل کا وارث بننے کے لیے ضروری ہے کہ عملی طور پر اس کے حصول کے لیے کوشش کی جائے۔ ایک چھوٹی سے چھوٹی اور ادنیٰ سے ادنیٰ ہستی کو بھی اُس وقت تک تسلیم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اس میں کسی قسم کی حرکت نہیں پائی جاتی۔ انسانی زندگی ایک ادنیٰ کیڑے سے شروع ہوئی ہے لیکن ڈاکٹر اس کے متعلق بھی یہ اصول پیش کرتے ہیں کہ جب تک اس میں کوئی حرکت نہ ہو وہ انسانی پیدائش کے قابل نہیں ہوسکتا۔ یہ کیڑا کتنا حقیر ہے، یہ کیڑا کتنا چھوٹا ہے، وہ عام نظروں سے چھپا رہتا ہے بلکہ تیز سے تیز نظر والا انسان بھی اسے نہیں دیکھ سکتا۔ کئی سَو طاقت والی خوردبین سے وہ دیکھا جاتا ہے وہ بھی اگر حرکت نہ کرے تو سمجھا جاتا ہے کہ وہ بیکار ہے۔ پس جب ایک ادنیٰ سے ادنیٰ چیز بھی حرکت نہیں کرتی تو اسے بیکار سمجھا جاتا ہے تو پھر انسان کے اندر اگر زندگی کے لیے کشمکش نہیں پائی جاتی، اس میں اگر منزلِ مقصود تک پہنچنے کی جدوجہد نہیں پائی جاتی اور اگر اس جدوجہد کا صحیح نتیجہ نہیں نکلتا تو پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ وہ کامیاب ہے گو وہ کامیاب ہونے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ہم نے دنیا کی ہر چیز کو جوڑا بنایا ہے۔3 خدا تعالیٰ نے "ہر چیز" فرمایا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں نے انسانوں کو جوڑا بنایا ہے، میں نے حیوانوں کو جوڑا بنایا ہے بلکہ فرمایا ہے کہ میں نے ہر چیز کو جوڑا بنایا ہے۔ اور ہر چیز کو جوڑا بنانے کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا ہر چیز کا جوڑا ہے۔ کیونکہ کہتا ہے میں نے ہر چیز کو جوڑا بنایا ہے۔ اس لیے وہ تو "ہر چیز" میں شامل نہیں ہوسکتا وہ تو بنانے والا ہے اور جوڑا اُس چیز کا ہے جو بنائی گئی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے ہر چیز کو جوڑا بنایا ہے تو اِس کا یہ مطلب ہے کہ انسانوں، فرشتوں، حیوانوں، جمادات اور نباتات وغیرہ میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو بغیر اپنے جوڑے کے کوئی نتیجہ پیدا کرتی ہو۔ اس طرح روح اور اعمال بھی

ایک جوڑا ہیں۔ جب تک یہ دونوں آپس میں نہیں ملیں گے کوئی صحیح نتیجہ نکلنا محال ہے۔ اسی لیے صوفیاء نے کہا ہے کہ روح خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا جوڑا ہے اور جب تک خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت روح سے نہیں ملتے اُس وقت تک روحانی نسل قائم نہیں ہو سکتی۔ جب ایک طرف روح ہوگی اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہوں گے تب ان میں صحیح نتیجہ پیدا ہوگا اور یہی دونوں چیزیں ہیں جو مل کر روحانی نسل کو قائم کرتی ہیں۔

مجھے یاد ہے میں ابھی بچہ ہی تھا۔ میری عمر چودہ پندرہ سال کی تھی کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں امرتسر میں ہوں۔ امرتسر میں ملکہ کا ایک بُت تھا جو سنگِ مرمر کا بنا ہوا تھا۔ اس کے اردگرد ایک چبوترا تھا وہ بھی سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا۔ ہال بازار سے گزر کر جب شہر کو جائیں تو یہ بُت رستہ میں آتا تھا۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں اُس جگہ پر ہوں۔ چبوترے پر چڑھنے کے لیے سنگِ مرمر کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ میں نے دیکھا اُن سیڑھیوں پر تین یا چار سال کا ایک بچہ تھا جو نہایت حسین اور صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ وہ آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ رؤیا میں مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ مسیحؑ ہے۔ تھوڑی دیر میں آسمان پھٹا اور اوپر کی طرف سے کوئی اُڑتا ہوا شخص زمین کی طرف آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ خوبصورت رنگوں والے لباس میں لپٹا ہوا ہے اور اُس کے پَر ہیں جن سے وہ اُڑتا ہوا آ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت مریم ہیں۔ وہ شخص اُڑتے اُڑتے نیچے پہنچا اور جیسے مرغی اپنے پَر پھیلا کر اپنے بچوں کو پروں کے نیچے لے لیتی ہے اِس طرح اس شخص نے اس بچہ پر اپنے پَر رکھ دیئے۔ اور جب اس نے ایسا کیا تو یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہوئے کہ Love creates Love یعنی محبت محبت پیدا کرتی ہے۔ میری آنکھ کھلی تو اس رؤیا کی میں نے یہی تعبیر سمجھی کہ مریم جو رؤیا میں بطور ماں دکھائی گئی تھی وہ خدائی محبت ہے اور بچہ جو مسیح کی شکل میں دکھایا گیا تھا وہ روح کی خدا تعالیٰ کی طرف اِنابت اور جھکنے کا تمثّل ہے۔ جب انسانی روح خدا تعالیٰ کی طرف جھکتی ہے تو اس کے نتیجہ میں ایک روحانی وجود پیدا ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کو ایسا ہی پیارا ہوتا ہے جیسے ماں کو اس کا بچہ۔ خدا تعالیٰ جسم کے ساتھ پیار نہیں کیا کرتا۔ ظاہری ناک، کان اور ہاتھ تو مادی ہیں اور فانی ہیں۔ وہ وجود جس کے ساتھ خدا تعالیٰ پیار کیا کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ مل کر پیدا ہوتا ہے۔ وہ گویا بچہ ہے اور خدا تعالیٰ اس کے لیے بمنزلہ ماں ہے اور یہی وہ چیز ہے جس سے زندہ انسان پہچانا جاتا ہے۔ زندہ انسان تو

سارے ہی ہوتے ہیں مگر اولاد کے ناقابل مرد اور بانجھ عورت سے نسل نہیں چلا کرتی۔ وہ وجود اپنی ذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جاری اور زندہ رہنے والی وہ چیز ہوتی ہے جس سے نسل کے چلنے کا امکان ہو۔ مگر کیا اس سے ظاہری نسل مراد ہے؟ ظاہری نسل سے تو وہ لوگ بھی پیدا ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہیں، ظاہری نسل سے وہ لوگ بھی پیدا ہوتے ہیں جو اس کے رسول سے منہ پھیر لیتے ہیں، جو کتابوں اور الہاموں سے متنفر ہوتے ہیں اور بنی نوع انسان کے لیے عذاب ثابت ہوتے ہیں۔ ہلاکو خاں وغیرہ بھی اسی نسل میں سے تھے، ابوجہل، فرعون، نمرود اور شدّاد بھی اسی نسل میں سے تھے۔ اسی میں سے وہ شیاطین بھی تھے جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں انبیاء کی مخالفت کی۔ اب ظاہر ہے کہ یہ وہ نسل نہیں جس پر خدا تعالیٰ فخر کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ جس نسل پر فخر کرتا ہے وہ وہ نسل ہے جو روحانی طور پر پیدا ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص ایسی نسل کے پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ صحیح معنوں میں انسان نہیں کہلا سکتا۔ صحیح معنوں میں انسان وہی ہے جو روحانی نسل پیدا کرے اور اپنے پیچھے ایسے وجود چھوڑ جائے جن کے ذریعہ دنیا ہدایت پاتی رہے۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے جس کے ذریعہ روحانی نسل پیدا ہوتی ہے تو وہ اپنے فرض کو پورا کر رہا ہے اور وہ کامیاب کہلا سکتا ہے اور نسلِ انسانی کی پیدائش سے اسی انسان کا پیدا کرنا مقصود ہے۔ اگر لوگ ایسی نسل جاری کرتے رہیں تو دنیا پر کیوں بربادی آئے۔ دنیا پر تباہی و بربادی اُسی وقت آتی ہے جب ظاہری طور پر ایسے وجود پائے جاتے ہوں لیکن باطنی طور پر ان میں وہ خوبیاں نہ پائی جائیں جن کی وجہ سے روحانی نسل قائم رہتی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ[4] اے محمد رسول اللہ! تیرے دشمن کی نرینہ اولاد نہیں حالانکہ واقع یہ تھا کہ آپؐ کی ظاہری طور پر نرینہ اولاد نہیں تھی اور آپؐ کے شدید ترین دشمنوں میں قریباً تمام کی نرینہ اولاد تھی۔ ابوجہل کی نرینہ اولاد تھی، عتبہ کی نرینہ اولاد تھی، شیبہ کی نرینہ اولاد تھی، عاص کی نرینہ اولاد تھی۔ یہ آپ کے شدید ترین دشمن تھے اور ان سب کی نرینہ اولاد موجود تھی اور نرینہ اولاد نہیں تھی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ لیکن جس شخص کی اولاد نہیں تھی اُسے مخاطب کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ تیری نرینہ اولاد موجود ہے اور جن لوگوں کی نرینہ اولاد موجود تھی انہیں خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ ان کی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ ان دونوں متقابل بیانات سے صاف پتا چلتا ہے کہ ان میں اِسی نکتہ کی طرف اشارہ ہے جس کی

طرف میں نے ابھی اشارہ کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے جب یہ فرمایا کہ تیری نرینہ اولاد ہے تو اس سے یہ مراد تھی کہ آپؐ کی روحانی اولاد ہوگی۔ اور دشمن کے متعلق جب کہا کہ ان کی نرینہ اولاد نہیں ہوگی تو اس سے مراد یہ تھی کہ ان کی روحانی اولاد نہیں ہوگی۔ چنانچہ حضرت عکرمہؓ کو دیکھ لو۔ حضرت عکرمہؓ ابوجہل کے بیٹے تھے۔ ابوجہل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ نرینہ اولاد نہ ہونے کا طعنہ دینے والا تھا۔ جیسے پنجابی میں کہا کرتے ہیں "اونترا نکھترا"۔ اِسی طرح وہ کہا کرتا تھا کہ آپ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ اونترے نکھترے ہیں۔ ان کا کیا ہے مر جائیں گے تو یہ سلسلہ ٹوٹ جائے گا۔ اِسی ابوجہل کا بیٹا موجود تھا۔ وہ آخری وقت تک مخالفت کرتا رہا اور جب فتح مکہ ہوئی تو وہ مکہ سے بھاگ گیا اور اس نے کہا کہ میں اب یہاں نہیں رہوں گا بلکہ کسی اَور ملک میں چلا جاؤں گا۔ حضرت عکرمہؓ کی بیوی دل سے مسلمان تھی وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! آپ کا عفو بہت بڑا ہے۔ اگر آپ کا ایک دشمن آپ کے زیرِ سایہ پرورش پا جائے تو کیا حرج ہے؟ شاید خدا تعالیٰ اسے ہدایت دے دے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ اس نے کہا کیا آپ اجازت دیں گے کہ عکرمہ اِسی ملک میں رہے اور آپ کے زیرِ سایہ زندگی بسر کرے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا لیکن وہ تو دشمن ہے اور میں جانتی ہوں کہ وہ یہ پسند نہیں کرے گا کہ اسلام لے آئے۔ کیا آپؐ اسے کفر کی حالت میں ہی یہاں رہنے دیں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس نے پھر کہا کیا میں عکرمہ سے کہوں کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے مکہ میں رہ سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ عکرمہ مکہ سے بھاگ کر سمندر کے کنارے پہنچ چکا تھا۔ بیوی اپنے خاوند کی محبت کی وجہ سے تیسرے دن وہاں پہنچی۔ عکرمہ کشتی میں سوار ہونے والا تھا کہ وہ وہاں پہنچی۔ اس نے کہا تم مکہ میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ تم کہتے ہو کہ جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ہے وہاں میں نہیں رہوں گا۔ لیکن جن کی وجہ سے تم مکہ میں رہنا پسند نہیں کرتے اُن کا یہ حال ہے کہ جب میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ عکرمہ کو مکہ میں رہنے کی اجازت دیتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا وہ آپ کا شدید ترین دشمن ہے اور یہ میں جانتی ہوں کہ وہ اسلام نہیں لائے گا، وہ کافر ہونے کی حالت میں ہی مرے گا۔ کیا آپ اسے اس صورت میں بھی یہاں رہنے کی اجازت دیں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ وہ تو اتنی مہربانی کرتے ہیں اور تم ان کے زیرِ سایہ مکہ میں رہنا بھی پسند نہیں کرتے۔ عکرمہ نے کہا کیا یہ سچ ہے؟ اس کی بیوی نے کہا ہاں۔ عکرمہ نے کہا چلو۔ میں خود یہ بات

ان سے پوچھ لینا چاہتا ہوں۔ عکرمہ واپس آئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملا دو۔ میں یہ بات خود ان کے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔ بیوی ساتھ لے کر انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عکرمہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ایک بات ہے جو میں دریافت کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میری بیوی کہتی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ میں آپ کے زیرِ سایہ مکہ میں رہ سکتا ہوں۔ کیا یہ درست ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ عکرمہؓ نے کہا ایک اَور بات بھی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں باوجود دشمن ہونے کے اور اسلام نہ لانے کے بھی یہاں رہ سکتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ بظاہر تو یہ ایک معمولی بات ہے، یہ ایک دنیوی معاملہ ہے۔ غالب شخص مغلوب سے یہ کہتا ہے کہ میں تمہارا قصور معاف کرتا ہوں اور اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے ملک میں رہنے کی تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ لیکن اگر سیاق کو دیکھا جائے، جب ان کی پچھلی تاریخ کو دیکھا جائے اور اُس سلوک کو سامنے رکھا جائے جو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ یہ انسانی فعل نہیں۔ عکرمہؓ یہ خیال بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اُن سے ایسا سلوک ہوسکتا ہے۔ انہوں نے جب یہ بات سنی تو یقین کرلیا کہ یہ سلوک سوائے رسول کے کوئی اَور شخص نہیں کرسکتا۔ جونہی یہ فقرہ آپؐ کے منہ سے نکلا کہ عکرمہ! تم باوجود دشمن ہونے کے مکہ میں رہ سکتے ہو تو عکرمہؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپؐ نے فرمایا عکرمہ! ہم تمہیں معاف ہی نہیں کرتے بلکہ تم اپنے لیے جو کچھ مانگو آج تمہیں دیں گے۔ اس پر وہی دنیادار عکرمہؓ جو مکہ میں آپ کے زیرِ سایہ رہائش کو بھی پسند نہیں کرتا تھا وہ یہ خیال نہیں کرتا کہ آپ نے دوسروں کو لاکھوں کے اموال بخش دیئے ہیں۔ میں بھی کچھ مانگ لوں تا آرام کے ساتھ زندگی بسر کرسکوں بلکہ ایک منٹ کے اندر اندر ایمان نے اُس کے اندر ایسا تغیر پیدا کر دیا کہ جب آپؐ نے کہا عکرمہ! تم اپنے لیے جو کچھ مانگو ہم آج دیں گے تو اس نے کہا یارسول اللہ ! اِس سے بڑھ کر اَور کونسی چیز آپ مجھے دے سکتے ہیں کہ مجھے ہدایت مل گئی۔ آپ میرے لیے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ میرے تمام گناہ معاف کر دے۔[5]

اُس گھڑی عکرمہؓ ابوجہل کا بیٹا نہیں رہا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونتر انکھترا کہا کرتا تھا بلکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی بیٹا بن گیا تھا۔ اُس وقت ابوجہل اونتر انکھترا تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد موجود تھی۔ ماؤں نے بچے جنے، باپوں کے ہاں نرینہ اولاد پیدا ہوئی

اس لیے کہ اسے اُٹھا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دے دیا جائے۔

عاص آپؐ کا کتنا دشمن تھا۔ وہ مکہ کا باپ کہلایا کرتا تھا اور مخالفت میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اس شخص کا بھی ایک بیٹا تھا جو مسلمان ہو گیا۔ اس کا پوتا اپنے باپ کی زندگی میں ہی مسلمان ہو گیا تھا اور اس کے خلاف ایک عرصہ تک لڑتا رہا۔ اس کا نام عبداللہ بن عمروؓ تھا۔ عبداللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑا کرتا تھا مگر عمرو اتنا شدید دشمن تھا کہ ایک لمبے عرصہ تک آپؐ کے خلاف لڑتا رہا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ اس کی آنکھیں کھلیں۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لے آیا۔ یہ عمرو جب مرنے لگے تو وہ روتے تھے۔ بیٹے نے دریافت کیا آپ روتے کیوں ہیں؟ خدا تعالیٰ نے اس بات کی آپ کو توفیق دی ہے کہ آپ مسلمان ہو کر مر رہے ہیں لیکن ان کے اندر اسلام اس قدر جا گزیں ہو چکا تھا کہ صرف لفظِ اسلام سے انہیں کوئی لطف حاصل نہیں ہوتا تھا۔ وہ محض اسلام لے آنے کو کافی نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے روتے ہوئے کہا میرے بیٹے! مجھے پتا نہیں کہ اگلے جہان میں میرا کیا حال ہوگا۔ ایمان لانے سے پہلے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا دشمن تھا کہ باوجود اس کے کہ آپ میرے قریبی رشتہ دار تھے جس دن سے آپ نے دعوٰی کیا بُغض کی وجہ سے میں نے آپ کی شکل نہیں دیکھی اور اُس وقت اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ دریافت کرتا تو میں اسے بتا نہیں سکتا تھا۔ پھر اے میرے بیٹے! مجھے خدا تعالیٰ نے ایمان نصیب کیا اور وہ معمولی تغیر نہیں تھا۔ جب میں ایمان لایا تو آپؐ کی عظمت کا مجھ پر اتنا اثر تھا کہ رُعب کی وجہ سے میں نے آپؐ کی شکل نہیں دیکھی اور اگر اب بھی کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے تو میں نہیں بتا سکتا۔ پھر آپؐ فوت ہوئے۔ آپ کے فوت ہونے کے بعد دنیا کے جھگڑے شروع ہوئے۔ ہم آپس میں لڑتے رہے۔ ہمیں دین کی طرف وہ توجہ نہ رہی جو آپ کی زندگی میں تھی۔ میں کفر کی حالت میں مرجاتا تو اَور بات تھی۔ آپ کی زندگی میں مرجاتا تو اَور بات تھی لیکن آج ایک لمبے عرصہ کے بعد میں فوت ہو رہا ہوں اور پتا نہیں آپ کی وفات کے بعد میں نے کیا کیا کوتاہیاں کی ہیں۔ 6 میں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو میں اگلے جہان میں بھی آپؐ کی شکل نہ دیکھ سکوں۔ اب دیکھو! یہ عمروؓ، عاص کا بیٹا تھا یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ ہر شخص جس میں عقل ہے یہی کہے گا کہ عاص کے گھر میں وہ پیدا ہوا لیکن اُس نے اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔

خالدؓ بن ولید رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عداوت میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ یہ وہ

شخص ہیں جنہوں نے عکرمہؓ سے مل کر اُحد کے موقع پر اپنے خیال میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے پہاڑ کے پیچھے سے ہو کر مسلمانوں پر حملہ کیا اور ان کی فتح کو شکست سے بدل دیا۔ پھر یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ جب تین جرنیل شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ سَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ نے لشکر کی کمان سنبھال لی اور اس طرح مسلمان محفوظ ہو گئے۔7 یہی خالدؓ جب مرتے ہیں تو مرنے سے قبل روتے ہیں۔ ان کے ایک دوست نے پوچھا خالد! روتے کیوں ہو؟ خدا تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے کی آپ کو کتنی توفیق ملی ہے۔ خالدؓ نے کہا ہاں ہاں مجھے بے شک قربانی کے مواقع ملے ہیں لیکن مجھے حسرت ہے کہ میں چارپائی پر جان دے رہا ہوں۔ پھر خالدؓ نے اپنے اُس دوست سے کہا میری ٹانگ سے ذرا کپڑا تو اُٹھاؤ۔ کیا کوئی انچ بھر بھی ایسی جگہ تم دیکھتے ہو جس پر تلوار کا نشان نہ ہو؟ اُس نے کہا نہیں۔ خالدؓ نے کہا اچھا میری دوسری ٹانگ ننگی کرو۔ اُس نے دوسری ٹانگ ننگی کی اور دیکھا کہ اس پر بھی ہر جگہ تلوار کے نشان لگے ہوئے ہیں۔ خالدؓ نے کہا اچھا میرے ہاتھ ننگے کرو۔ میرے سینے پر سے کپڑا اُٹھاؤ، میری پیٹھ پر سے کپڑا اُٹھا کر دیکھو۔ میرے پر نظر دوڑاؤ اور میری گردن کو ننگا کر کے دیکھو۔ میرے تمام جسم پر ایک انچ بھر بھی ایسی جگہ نہیں جس پر تلوار کا نشان نہ ہو۔ پھر خالدؓ رو پڑے اور کہا خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو ہر خطرہ میں ڈالتا رہا اور میری خواہش تھی کہ میں شہید ہو کر دائمی زندگی پاؤں لیکن وہ زندگی میرے نصیب میں نہیں تھی۔ میں آج چارپائی پر تڑپ تڑپ کر مر رہا ہوں۔8 اَب دیکھ لو کیا یہ خالدؓ ولید کا بیٹا تھا؟ وہ ظاہری طور پر ولید کا بیٹا تھا لیکن باطنی طور پر وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں شامل ہو گیا تھا۔ وہ یقیناً ولید کے گھر میں پیدا ہوا لیکن فرشتوں نے اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں لا ڈالا اور ثابت کر دیا کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد موجود ہے، آپ کے دشمن کی نرینہ اولاد نہیں۔

پس یہ ایک روحانی نشان اور علامت ہے کہ زندہ انسان اپنے پیچھے ایسے وجود چھوڑتا ہے جن سے لوگ ہدایت پاتے ہیں۔ جو شخص ایسا وجود اپنے پیچھے چھوڑتا ہے وہ کامیاب کہلا سکتا ہے اور اپنی زندگی پر فخر کر سکتا ہے۔ لیکن جس کے پیچھے ایسے وجود نہیں پائے جاتے اسے خالی نمازیں اور روزے کچھ فائدہ نہیں دے سکتے۔

پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہا کرو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا[9] یعنی پیشتر اِس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے تم اپنا محاسبہ خود کرو۔ ہوشیار کلرک معائنہ سے پہلے دو چار راتیں لگا کر اپنا حساب ٹھیک کر لیتا ہے۔ اِسی طرح تمہیں بھی اپنے نفس کا محاسبہ کر کے یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا تمہاری روحانیت کے نتیجہ میں کوئی چیز پیدا ہوئی ہے؟ اگر تمہاری روحانیت کے نتیجہ میں کوئی چیز پیدا ہو رہی ہے تو سمجھ لو تمہارا ایمان درست ہے اور اگر نہیں تو تمہارا ایمان ورثہ کا ایمان ہے اور ورثہ کا ایمان فائدہ نہیں دیتا۔ نجات وہی شخص پاتا ہے جو بقول حضرت مسیح علیہ السلام اپنی صلیب خود اُٹھاتا ہے۔ نجات وہی شخص پاتا ہے جو اپنی نہریں خود کھودتا ہے۔ نجات وہی شخص پاتا ہے جو اپنے درخت خود لگاتا ہے۔ جو شخص دوسرے کے باغ میں داخل ہوتا ہے اُسے چوروں کی طرح باہر نکال دیا جاتا ہے۔ اِسی طرح وہ شخص جو ورثہ کے طور پر جنت میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا اُسے فرشتے پرے دھکیل دیں گے کیونکہ وہ چور ہے اور چور کو وہاں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا''۔

(الفضل 14 دسمبر 1960ء)

---

1 : مرقس باب 8 آیت 34

2 : بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الشعراء باب وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ

3 : وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (الذاریات: 50)

4 : الکوثر: 4

5 : السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 106، 107 مطبوعہ مصر 1935ء

6 : مسلم کتاب الْاِيْمَان باب كَوْنُ الْاِسْلَامِ يهدم مَاقَبْلَهٗ (الخ)

7 : بخاری کتاب المغازی باب غَزْوَة مؤْتَة

8 : اسد الغابۃ جلد 2 صفحہ 95 مطبوعہ ریاض 1285ھ

9 : تفسیر روح البیان زیر آیت اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ ۔جلد 5 کے مطابق یہ حضرت عمرؓ کا قول ہے